قصۂ درویش کہ ارادۂ زیارت کعبہ کردہ بود

حکایت ہے کہ اک عابد باآفاق
عبادت کرنے میں تھے حق کے وہ طاق

خدا کی یاد میں رہتے تھے دن رات
نماز و روزہ میں گذرے تھی اوقات

بجز تسبیح وہ رہتے تھے بے کل
مصلّے پر سے اُٹھتے تھے نہ اک پل

مریدوں کی ہوئیں پر نور عینین
کیا جب اُن کی سرمہ خاک نعلین

بلاشک اُس کا جنت میں ہو ماوا
اُٹھا دے جو اُنھوں کا آفتابا

غرض کیا کہئے ان کی ذات عالی
نہ رہتی تھی کراماتوں سے خالی

جہاں وہ گاڑ دیتے اپنی مسواک
لگے تھے ناشپاتی سیب اور تاک

ہوئے عازم وہ کعبہ کے سفر کے
کہ ہوں تا معتکف خالق کے در کے

ملے اک روز سودا سے وہ ناگاہ
کہا مجکو ہے قصدِ کعبۃ اللہ

مسلماں ہو جو ہے اُس کو یہ لازم
کہ تا مقدور اُودھر کا ہووے عازم

نجات اپنی اگر تجکو نظر ہے
تو آمرزش کا موجب یہ سفر ہے

یہ بہتر ہے کہ چل ہمراہ میرے
جرائم عفو واں سب ہوں گے تیرے

کہاں تک اے دیوانے زیر افلاک
رہے گا میکدے کی در کی تو خاک

کرے گا بادہ خواری با دف و نے
رکھے گا مغبچوں سے ربط تا کے

موذّن کی صدا سُننے سے رکھ ذوق
کہ ہے وہ لحن داؤدی کے مافوق

رکھے گا تو سخن میرا جو منظور
پیے گا جام شربت از کفِ حور

اگر یہ بات میری تین نہ مانے
کرے گا یاد کہتا تھا فلانے

غرض اُس کی کہاں تک کیجیئے شرح
کیا ہے ہم سفر سودا کو ہر طرح

نہیں یہ بات خالی از کرامات
لیا ایسے کو ہمرہ کر کے دو بات

پھر اُس کے بعد سامانِ سفر کر
کیا دونوں نے مل کر قصد اُودھر

یہ فرمایا کہ مرکب پر کرو زین
کہ ہے وقتِ سفر لیجیے رہِ دین

جو اسبابِ سفر ہے کر کے تیار
اُسے ڈالو یہ پشتِ بار بردار

کہا سودا سے ہم تم میں ہے یاری
کریں مرکب پہ پیش و پس سواری

وہ بولا یوں سواری کا مری فکر
نہ کیجیے آپ حضرت اس کا کیا ذکر

چلا گو پانوٗں میں بہرِ زیارت
حرم کو سر سے چلنا ہے سعادت

بہت فرما رہے اُس کو یہ تکرار
نہ مانا اُن نے جب تب ہو کے ناچار

سوار اپنے ہوئے مرکب پہ یہ جب
مُرید ان کے ہوئے گرد آن کے سب

اُٹھا ہر اک کے عہدے کو ہوا ساتھ
عصا کوئی کوئی لے مورچھل ہاتھ

کوئی لے پیک داں اور کوئی رومال
کوئی حضرت کے آگے کوئی دُنبال

مصلّا کوئی سر پر رکھ کے اُس دم
چلا صلوٰۃ پڑھتا شاد و خرّم

بوضعِ خویش اُس مجمع کے اندر | برہنہ پا و سر سودا قلندر
غرض دو چار کیں تھیں منزلیں طے | کہ شیطاں نے کیے قزّاق درپے
رہی جب پانچویں منزل کئی کوس | وہ پہونچے کرتے حضرت کا قدمبوس
نصیبوں کا میں آگے کیا کہوں پھیر | مریدوں کے سمیت ان کو لیا گھیر
کیا غارت اُنھیں ایسا ہی اک بار | نہ چھوڑا ایک کی تسبیح کا تار
تھی اُن کی یا تو وہ کچھ عظم اور شان | رہے یا ایک پیراہن کو حیراں
کروں کیا آگے اب غارت کی تصریح | نہ تھی جز دانہ ہائے اشک تسبیح
پیادہ کس طرح یہ کاٹتے راہ | عصا گر رہ گیا پاس اُن کے سو آہ
نظر کر بعد غارت راہ کا رنج | لگے کرنے دل اپنے میں کشش و پیچ
نہ زادِ راہ پاس اُن کے نہ مرکب | اب اِن سے عزم کعبے کا بندھے کب
توکّل پر چلیں کعبے یہ کیا ذکر | اُنھیں اسباب کی اپنے پڑی فکر
کبھو عمّامہ کے جانے کا مذکور | کبھو تھا فکر پیراہن سے دل چور
سلیمانی کی گہ یاد آتی تسبیح | ہوئی جاتی تھی جس کے غم سے تشریح
کبھو کہتے مصلّا تھا چکن کا | کہ جس پر تھا چکن کاڑِ دکن کا
کبھو کہتے کہ یارو کیا عصا تھا | بڑے حضرت کے میرے ہاتھ کا تھا
کہا کیا پٹکا تھا میری کمر کا | سفر در پیش آیا یہ کدھر کا
عقیق سُرخ کا جو ناسداں تھا | اگر بکتا تو قیمت میں گراں تھا
کبھو کہتے تھے ہو مغموم از حد | خدا جانیں کون سی تھی ساعتِ بد
کہ میرے پاس جو کچھ تھا سو کھویا | اور اپنے ساتھ یاروں کو ڈبویا
لٹے جب اس طرح اسباب سارا | تو ہو ایسے سفر کا کیونکہ یارا
مُریدوں کی نہ تھی یہ سُن کے زنہار | بجز آمنّا و صدّقنا کی گفتار

کیا اس غم نے اس کو بسکہ دلریش
کہا سودا سے اے یار وفا کیش

تری اس امر میں اب کیا ہے تدبیر
ہمیں آئی نظر کچھ اور تقدیر

ارادہ تھا کہ واں جا کر مریں ہم
نہ چاہے گر خدا تو کیا کریں ہم

جواب ان کو دیا سودا نے سن کر
جو فرماتے ہو تم ہووے گا بہتر

پر اب اس حال سے گھر کیونکہ جاؤں
بھلا واں جا کے منہ کس کو دکھاؤں

چلو گے گھر کو تم اپنے کس اسلوب
ہے اس سے قصد اودھر کا کہیں خوب

کہا حضرت نے سن کر تم ہو گمراہ
نہیں مسلے مسائل سے کچھ آگاہ

حرم کا فرض ہے مقدور پر طوف
گیا یاں مال آگے جاں کا خوف

مرید از بس تھے گھر چلنے کے مائل
کہا سودا سے باہم ہو کے یک دل

سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول
یہیں سے حج انھوں کا ہوگا مقبول

کہا سودا نے سن کر تم ہو مختار
سخن میرا نہ خاطر پہ کرو بار

غرض جب بات پھرنے پہ ہی ٹھہری
نماز ظہر پڑھ وقت سحری

ہوئے تھے صبح جس منزل سے راہی
پھر آئے شام واں ہو کر تباہی

گئی کچھ شب تو فرمایا کہ احباب
میسر تو نہ ہووے گا خور و خواب

کہا سودا سے قصہ ناکہانی
کہے وہ جو سنے اس کی زبانی

کہا سودا نے حضرت کو تو ہے خبط
مجھے قصہ کہانی سے ہے کیا ربط

کہوں اک شہر کی میں واردات اب
جو گوش ہوش سے اپنے سنیں سب